اس آیت میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد اہل کتاب ہیں جو عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے،
قرآن کریم کی عام عادت یہ ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا لفظ صرف مسلمانوں کے لئے بولا جاتا ہے، یہود و نصاریٰ کیلئے اہل کتاب کا لفظ آتا ہے، کیونکہ صرف حضرت موسیٰ و عیسٰی علیہما السلام پر ان کا ایمان کافی اور معتبر نہیں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں، اس لئے وہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہلانے کے مستحق نہیں، مگر یہاں اس عام عادت کے خلاف یہ لفظ نصاریٰ کے لئے بولا گیا، شاید اس میں حکمت یہ ہو کہ آگے ان کو حکم کیا گیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام پر صحیح ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ، اور جب وہ ایسا کرلیں تو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب کے مستحق ہو گئے۔

آگے اس تکمیل ایمان پر ان سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کو دوہرا اجر و ثواب ملے گا، ایک پہلے نبی حضرت موسیٰ یا عیسٰی علیہما السلام پر ایمان لانے اور ان کی شریعت پر عمل کرنے کا اور دوسرا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور آپ کی شریعت پر عمل کرنے کا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اگرچہ یہود و نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے وقت تک کافر تھے اور کافر کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی، اس کا مقتضا یہ تھا کہ پچھلی شریعت پر جو عمل کیا وہ سب اکارت ہو گیا، مگر اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ اہل کتاب کا فر جب مسلمان ہو جائے تو زمانۂ کفر کے کئے ہوئے نیک اعمال بھی پھر اس کے بحال کر دیئے جاتے ہیں، اس لئے دوہرا اجر ہو جاتا ہے۔

لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ، اس میں لَا زائدہ ہے، معنی لِیَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ کے ہیں، اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ مذکور الصدر احکام اس لئے بیان کئے گئے تاکہ اہل کتاب سمجھ لیں کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں ...... کہ صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام پر تو ایمان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں، اس حالت میں وہ اللہ کے کسی فضل کے مستحق نہیں جب تک حضرت خاتم الانبیاءؐ پر ایمان نہ لے آئیں، واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم

تمت سورة الحديد

بحمد اللہ تعالیٰ و عونہ للسادس والعشرين من الربيع الثاني
يوم الاثنين بعد العشاء ويتلوه انشاء الله سورة المجادلة ؛ ؛ ؛

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے،

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ اِلَى

سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور جھینکتی تھی

اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ

اللہ کے آگے، اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا بیشک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے، جو لوگ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

ماں کہہ بیٹھیں تم میں سے اپنی عورتوں کو وہ نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں

اِلَّا الّٰٓـئِْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ

جنھوں نے اُن کو جنا، اور وہ بولتے ہیں ایک ناپسند بات اور جھوٹی، اور اللہ

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ

معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے، اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو پھر کرنا

يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ

چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے تو آزاد کرنا چاہئے ایک بردہ پہلے اس سے کہ آپس میں ہاتھ لگائیں اس سے

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

تم کو نصیحت ہوگی اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، پھر جو کوئی نہ پائے تو روزے ہیں

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

دو مہینے کے لگاتار پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں، پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو کھانا دینا ہے

سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ

ساٹھ محتاجوں کا، یہ (حکم) اس واسطے کہ تابعدار رہو اللہ کے اور اس کے رسول کے اور یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور منکروں کے واسطے عذاب ہے دردناک، جو لوگ کہ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَ

خوار ہوئے ہیں جیسے خوار ہوئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، اور ہم نے اتاری ہیں آیتیں بہت صاف، اور

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا

منکروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا، جس دن کہ اٹھائے گا اللہ ان سب کو پھر جتلائے گا ان کو

عَمِلُوْا ۚ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶ ع ۱

ان کے کیے کام، اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

سببِ نزول اس سورت کی ابتدائی آیات کے نزول کا سبب ایک خاص واقعہ ہے کہ حضرت اوس بن الصامتؓ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی خولہ کو یہ کہہ دیا کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی اور دائمی حرمت کے لئے بولے جاتے تھے، جو طلاق مغلظہ سے بھی زیادہ سخت ہے، حضرت خولہؓ یہ واقعہ پیش آنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، اس وقت تک اس خاص مسئلے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی، اس لئے آپ نے قول مشہور کے موافق ان سے فرمادیا مَآ اَرٰىكِ اِلَّا قَدْ حَرُمْتِ عَلَيْهِ یعنی میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں، وہ یہ سنکر واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی سب اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی اب بڑھاپے میں انھوں نے مجھ سے یہ معاملہ کیا، میں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچوں کا گذارہ کیسے ہوگا! اور ایک روایت میں ہے کہ خولہؓ نے یہ عرض کیا کہ مَا ذَكَرَ طَلَاقًا یعنی میرے شوہر نے طلاق کا

تو نام بھی نہیں لیا تو پھر طلاق کیسے ہوگئی، اور ایک روایت میں ہے کہ خولہؓ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَشْكُوْٓ اِلَيْكَ، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خولہؓ سے یہ فرمایا مَآ اُمِرْتُ فِيْ شَاْنِكِ بِشَيْءٍ حَتّٰى الْاٰنَ، یعنی ابھی تک تمہارے مسئلے کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا (ان سب روایات میں کوئی تضاد و تعارض نہیں، سبھی اقوال صحیح ہوسکتے ہیں) اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، (کذا فی الدر المنثور وابن کثیر) اس لئے اس سورت کی ابتدائی آیات میں اس خاص مسئلے کا جس کا نام ظہار ہے حکم شرعی بیان فرمایا گیا، جس میں حق تعالیٰ نے حضرت خولہؓ کی فریاد سنی اور ان کے لئے آسانی فرمادی، ان کی وجہ سے حق تعالیٰ نے قرآن میں یہ مستقل احکام نازل فرمادیئے، اسی لئے حضرات صحابہ ان کا بڑا احترام کرتے تھے، ایک روز فاروق اعظمؓ ایک مجمع کے ساتھ چلے جارہے تھے، یہ عورت خولہؓ سامنے آکر کھڑی ہوگئیں، کچھ کہنا چاہتی تھیں حضرت عمرؓ نے راستہ میں ٹھہر کر ان کی بات سنی، بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس بڑھیا کی خاطر اتنے بڑے مجمع کو روکے رکھا، تو آپ نے فرمایا کہ خبر ہے یہ کون ہے؟ یہ وہ عورت ہو جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنی، میں کون تھا کہ ان کی بات کو ٹال دیتا، واللہ اگر یہ خود ہی رخصت نہ ہوجاتی تو میں رات تک ان کے ساتھ یہیں کھڑا رہتا (ابن کثیر)

خلاصۂ تفسیر

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑتی تھی (مثلاً یہ کہتی تھی مَا ذَكَرَ طَلَاقًا، یعنی اس نے طلاق کا صیغہ تو ذکر نہیں کیا پھر حرمت کیسے ہوگئی) اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی (مثلاً یہ کہا تھا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَشْكُوْٓ اِلَيْكَ) اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے (تو اس کی بات کو کیسے نہ سنتا، اور قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ سے خدا تعالیٰ کا مقصود اپنے لئے سمع ثابت کرنا نہیں بلکہ عورت کی تکلیف کو ختم کرنا اور اس کی عاجزی کو قبول کرنا ہے) تم میں جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہدیتے ہیں اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ) وہ (بیبیاں) ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے (اس لئے یہ الفاظ کہنے سے یہ عورتیں ان کی مائیں نہیں ہوگئیں تاکہ ہمیشہ کی حرمت مثل ماں کے ثابت ہوجائے، اور کوئی دوسرا سبب بھی دائمی حرمت کا کسی دلیل سے متحقق نہیں، مثلاً تحریم نسب، رضاع یا مصاہرۃ وغیرہ، پس دائمی حرمت کی نفی ہوگئی) اور وہ لوگ (جو کہ بیبیوں کو ماں کہتے ہیں) بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں (اس لئے گناہ ضرور ہوگا) اور (اگر اس گناہ کا تدارک کر دیا جاوے تو وہ گناہ معاف بھی ہوجائے گا کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کردینے والے بخش دینے والے ہیں اور (آگے اس تدارک کا بعض صورتوں کے اعتبار

سے بیان ہے کہ، جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات (کے مقتضا) کی (جو تحریم زوجہ ہے) تلافی کرنا چاہتے ہیں (یعنی بیبیوں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں) تو اُن کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں (صحبت سے یا اسباب صحبت سے) اس (کفارہ کا حکم کرنے) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے (کفارہ سے علاوہ تکفیر سیئات کے یہ بھی نفع ہے کہ اس سے آئندہ کو تمہیں تنبیہ ہو جاوے گی) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (کہ کفارہ کے متعلق پوری بجا آوری احکام کی کرتے ہو یا نہیں، پس کفارہ میں دو حکمتیں ہو گئیں، ایک گناہ کی معافی جس کی طرف اشارہ ہے لَعَفُوٌّ غَفُورٌ میں، دوسری زجر و تنبیہ جس کا تُوعَظُونَ میں بیان ہے، اور یہ دوسری حکمت بھی کفارہ کی تینوں قسموں میں ہے، لیکن غلام یا لونڈی آزاد کرنا چونکہ کفارہ کے اقسام میں ذکراً مقدم ہے اس لئے اس کو اس کے ساتھ ذکر کردیا گیا) پھر جس کو (غلام، لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پے درپے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہوسکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، (آگے اس حکم کا مثل دیگر احکام کے واجب التصدیق ہونا اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ اس حکم کا مقصد قدیم رسم اور جاہلیت کے حکم کو توڑنا ہے، اس لئے اہتمام مناسب ہوا پس ارشاد ہوا کہ) یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا) ہے تاکہ (اس حکم سے متعلق مصلحتوں کے حاصل کرنے کے علاوہ) اللہ اور رسول پر ایمان (بھی) لے آؤ (یعنی ان احکام میں اُن کی تصدیق بھی کرو کہ ایمان سے متعلق مصالح بھی حاصل ہوں) اور (آگے مزید تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) یہ اللہ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں (یعنی خداوندی ضابطے ہیں) اور کافروں کے لئے (جو کہ ان احکام کی تصدیق نہیں کرتے بالخصوص) سخت دردناک عذاب ہوگا (اور مطلق عذاب عمل میں خلل ڈالنے والے کو بھی ہوسکتا ہے، اور کچھ اسی حکم کی تخصیص نہیں بلکہ) جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں (خواہ کسی حکم میں کریں جیسے کفار مکہ) وہ (دنیا میں بھی) ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے (چنانچہ کئی غزوات میں اس کا وقوع ہوا) اور (سزا کیسے نہ ہو کیونکہ) ہم نے کھلے کھلے احکام (جن کی صحت اعجاز آیات سے ثابت ہے) نازل کئے ہیں (تو ان کا انکار لامحالہ موجب سزا ہوگا اور یہ سزا تو دنیا میں ہوگی) اور کافروں کو (آخرت میں بھی) ذلت کا عذاب ہوگا (آگے اس عذاب کا وقت بتلاتے ہیں کہ یہ اس روز ہوگا) جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا پھر اُن سب کا کیا ہوا ان کو بتلا دیگا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں (خواہ حقیقۃً یا باعتبار بے فکری و بے التفاتی کے) اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے (خواہ ان کے اعمال ہوں یا اور کچھ)۔

معارف ومسائل

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ الآیۃ، ان آیات کا سبب نزول جو اوپر بیان ہوچکا ہے اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ عورت جس کا ذکر اس آیت میں ہے وہ حضرت اوس ابن الصامتؓ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہؓ ہیں، جن کے شوہر نے ان سے ظہار کرلیا تھا، اور یہ اس کی شکایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

حق تعالیٰ نے اس کو یہ عزت بخشی کہ اس کے جواب میں قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں اور ان میں صرف ظہار کا حکم شرعی اور اس کی تکلیف دور کرنے کا انتظام ہی نہیں فرمایا، بلکہ اس کی دلداری کے لئے شروع کلام میں فرمادیا کہ ہم اس عورت کی باتیں سن رہے تھے، جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے مجادلہ کر رہی تھی، مجادلہ سے مراد وہ جھگڑا جس سے مراد ایک مرتبہ جواب دیدینے کے باوجود اپنی تکلیف کو بار بار بیان کرکے آپ کو متوجہ کرنا ہے، اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو یہ جواب دیا کہ تمہارے معاملہ میں مجھ پر کوئی حکم اللہ کا نازل نہیں ہوا تو اس پر غم زدہ کی زبان سے یہ نکلا کہ یوں تو آپ پر ہر چیز کے حکم نازل ہوتے رہتے ہیں میرے بارے میں کیا ہوا کہ وحی بھی رُک گئی؟ (قرطبی) اور اللہ تعالیٰ سے فریاد شروع کی وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں پاک ہے وہ ذات جس کا سماع تمام آوازوں کو محیط ہے، ہر ایک کی آواز سنتا ہے میں اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی، جب خولہ بنت ثعلبہؓ اپنے شوہر کی شکایت بیان کر رہی تھیں، مگر اتنے قریب ہونے کے باوجود ان کی بعض باتیں نہ سُن سکی تھی، مگر حق تعالیٰ نے اُن سب کو سُنا اور فرمایا قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ (بخاری، ابن کثیر)

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ، يُظٰهِرُوْنَ، ظہار بکسر ظاء سے مشتق ہے جو بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلینے کی ایک خاص صورت کے لئے بولا جاتا ہے اور زمانۂ اسلام سے پہلے رائج و معروف ہے، وہ صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو یہ کہہ دے اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ، یعنی تو مجھ پر ایسی حرام ہے جیسے میری ماں کی پشت، اس موقع پر پشت کا ذکر شاید بطور کنایہ کے ہے، کہ اصل مراد تو بطن تھا ذکر پشت کا کردیا (کما ذکرہ القرطبی)

ظہار کی تعریف اور حکم شرعی

اصطلاح شرع میں ظہار کی تعریف یہ ہے کہ اپنی بیوی کو اپنی محرماتِ ابدیہ، ماں بہن بیٹی وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کو دیکھنا اس کے لئے جائز نہیں، ماں کی پشت بھی اس کی ایک مثال ہے، زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ دائمی حرمت کے لئے بولا جاتا تھا، اور طلاق کے لفظ سے بھی زیادہ شدید سمجھا جاتا تھا، کیونکہ طلاق کے بعد تو رجعت یا نکاح جدید ہو کر

پھر بیوی بن سکتی ہے مگر ظہار کی صورت میں رسم جاہلیت کے مطابق اُن کے آپس میں میاں بیوی ہو کر رہنے کی قطعی کوئی صورت نہ تھی۔

آیات مذکورہ کے ذریعہ شریعتِ اسلامیہ نے اس رسم کی اصلاح دو طرح فرمائی، اوّل تو خود اس رسم ظہار کو ناجائز دگناہ قرار دیا، کہ جس کو بیوی سے علٰحدگی اختیار کرنا ہے اس کا طریقہ طلاق ہے، اس کو اختیار کرے، ظہار کو اس کام کے لئے استعمال نہ کرے کیونکہ یہ ایک لغو اور جھوٹا کلام ہے کہ بیوی کو ماں کہہ دیا، قرآن کریم نے فرمایا مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ، یعنی اُن کے اس بیہودہ کلام کی وجہ سے بیوی ماں نہیں بن جاتی، ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے پیدا ہوا ہے، پھر فرمایا وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا، یعنی اُن کا یہ قول جھوٹ بھی ہے کہ خلاف واقع بیوی کو ماں کہہ رہا ہے اور منکر یعنی گناہ بھی ہے۔

دوسری اصلاح یہ فرمائی کہ اگر کوئی ناواقف جاہل یا احکام دین سے غافل آدمی ایسا کر ہی بیٹھے تو اس لفظ سے حرمتِ ابدی شریعتِ اسلام میں نہیں ہوتی، لیکن اس کو کھلی چھٹی بھی نہیں دیجاتی کہ ایسا لفظ کہنے کے بعد پھر بیوی سے پہلے کی طرح اختلاط و انتفاع کرتا رہے، بلکہ اس پر ایک جرمانہ کفارہ کا لگایا گیا، کہ اگر پھر یہ اپنی بیوی سے رجوع ہونا چاہتا ہے اور سابق کی طرح بیوی سے انتفاع چاہتا ہے تو کفارہ ادا کر کے اپنے اس گناہ کی تلافی کرے، بغیر کفارہ ادا کئے بیوی حلال نہ ہوگی، اگلی آیت میں وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کا یہی مطلب ہے، يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا میں حرف لام کو عَنْ کے معنی میں لیا گیا، یعنی رجوع کرتے ہیں وہ اپنے قول سے اور حضرت ابن عباسؓ سے يَعُوْدُوْنَ کی تفسیر بلفظ يَنْدَمُوْنَ بھی منقول ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول کہنے کے بعد وہ اپنے قول پر نادم ہو جائیں اور پھر بیوی سے اختلاط کرنا چاہیں (مظہری)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفارہ کا وجوب بیوی کے ساتھ اختلاط حلال ہونے کی غرض سے ہے اس کے بغیر حلال نہیں، خود ظہار اس کفارہ کی علت نہیں، بلکہ ظہار کرنا ایک گناہ ہے جس کا کفارہ توبہ و استغفار ہے، جس کی طرف آیت کے آخر میں وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ سے اشارہ کر دیا گیا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص ظہار کر بیٹھے اور اب بیوی سے اختلاط نہیں رکھنا چاہتا تو کوئی کفارہ لازم نہیں، البتہ بیوی کی حق تلفی ناجائز ہے، اگر وہ مطالبہ کرے تو کفارہ ادا کر کے اختلاط کرنا یا پھر طلاق دے کر آزاد کرنا واجب ہے، اگر یہ شخص خود نہ کرے تو بیوی حاکم اسلام کی طرف مراجعت کر کے شوہر کو اس پر مجبور کر سکتی ہے، یہ سب مسائل کتب فقہ میں مفصل لکھے گئے ہیں۔

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ الاٰیۃ، یعنی کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار مسلسل روزے رکھے، اور کسی بیماری یا ضعف کے

سبب اتنے روزوں پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یعنی دونوں وقت پیٹ بھرا کھانا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے، اور کھانا کھلانے کے قائم مقام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک فطرہ کی مقدار گندم یا اس کی قیمت دیدے، فطرہ کی مقدار ہمارے موجودہ وزن کے اعتبار سے پونے دو سیر گندم ہیں اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔

ظہار سے متعلقہ احکام اور اس کے کفارہ کے مفصل مسائل کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کی واویلا اور فریاد پر جب آیات مذکورہ اور کفارۂ ظہار کے احکام نازل ہوئے اور شوہر سے دائمی مفارقت و حرمت سے بچنے کا راستہ نکل آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر کو بلایا، دیکھا کہ ضعیف البصر بوڑھا آدمی ہے، آپ نے اس کو نازل شدہ آیات اور کفارہ کا حکم سنایا کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرو، اس نے کہا کہ یہ میری قدرت میں نہیں کہ غلام خرید کر آزاد کروں آپ نے فرمایا کہ پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنایا، میری حالت یہ ہے کہ اگر دن میں دو تین مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری نگاہ بالکل ہی جاتی رہتی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اس نے عرض کیا کہ یہ بھی میری قدرت میں نہیں بجز اس کے کہ آپ ہی کچھ مدد کریں، آپ نے اس کو کچھ غلہ عطا فرمایا، پھر کچھ دوسرے لوگوں نے جمع کر دیا اس طرح ساٹھ مسکینوں کو فطرے کی مقدار دے کر کفارہ ادا ہو گیا (ابن کثیر)

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اس آیت میں لِتُؤْمِنُوْا فرمایا اور مراد ایمان سے شرائع و احکام پر عمل کرنا ہے، اور پھر فرمایا کہ یہ کفارہ وغیرہ کے احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز کرنا حرام ہے، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اسلام نے نکاح، طلاق، ظہار اور دوسرے سب معاملات میں جاہلیت کی رسوم کو مٹا کر ان کی جگہ معتدل اور صحیح طریقوں کی تعلیم دی ہے، تم اس پر قائم رہو اور جو لوگ ان حدود شرعیہ کے منکر اور کافر ہیں ان کو دردناک سزا ملے گی، اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سابقہ آیت میں حدود اللہ اور شریعتِ اسلام کے احکام کی پابندی کی تاکید کی تھی، اس میں ان لوگوں پر وعید ہے جو حدود اللہ کے مخالف اور منکر ہیں، اس وعید میں اُن کے لئے دنیا میں بھی انجام کار ذلّت و خواری اور ان کے کفریہ عزائم کی ناکامی کا بیان ہے اور آخرت میں عذاب الیم کا۔

اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ میں اس پر تنبیہ ہے کہ غافل انسان دنیا میں گناہ اور فسق و فجور کے کام کرتا رہتا ہے جو اس کو یاد بھی نہیں رہتے اور بھولنے کا سبب دراصل یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اس لئے ذہن میں بھی نہیں رہتا، وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے ہوئے ہیں، یہ تو کر کے بھول گئے، مگر اللہ تعالیٰ کو سب یاد ہیں سب پر محاسبہ اور عذاب ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ
تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں، کہیں نہیں ہوتا
نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا
مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چھٹا اور نہ
أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ
اس سے کم اور نہ زیادہ جہاں وہ نہیں ہوتا ان کے ساتھ جہاں کہیں ہوں، پھر جتلا دے گا ان کو
بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى
جو کچھ انھوں نے کیا قیامت کے دن، بیشک اللہ کو معلوم ہر چیز ۔ تو نے نہ دیکھا اُن
الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ
لوگوں کو جن کو منع ہوئی کانا پھوسی پھر بھی وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے اور کانوں باتیں کرتے ہیں
بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ۡ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ
گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو وہ دعا دیں
بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ
جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دل میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر
بِمَا نَقُولُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يٰٓأَيُّهَا
جو ہم کہتے ہیں، کافی ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں سو بُری جگہ پہنچے ۔ اے ایمان
الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ
والو جب تم بات کرو کان میں تو مت کرو بات گناہ کی اور زیادتی کی اور
مَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ
رسول کی نافرمانی کی اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی اور ڈرتے رہو اللہ سے جس
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ
کے پاس تم کو جمع ہونا ہے، یہ جو ہے کانا پھوسی سو شیطان کا کام ہے تاکہ دلگیر کرے

آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ایمان والوں کو اور وہ اُن کا کچھ نہ بگاڑے گا بدون اللہ کے حکم کے اور اللہ پر چاہیے کہ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي
بھروسہ کریں ایمان والے ۔ اے ایمان والو جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو مجلسوں
الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا
میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے تم کو ، اور جب کوئی کہے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ
اللہ بلند کریگا اُن کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم اُن کے درجے ،
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نٰجَيْتُمُ
اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ، اے ایمان والو جب تم کان میں بات کہنا چاہو
الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ
رسول سے تو آگے بھیجو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات ، یہ بہتر ہے تمہارے
لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۭ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ ءَأَشْفَقْتُمْ
حق میں اور بہت ستھرا ، پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ، کیا تم ڈر گئے
أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ
کہ آگے بھیجا کرو کان کی بات سے پہلے خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے
اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۭ
معاف کر دیا تم کو تو اب تم قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ اور اسکے رسول کے
۲ ع۷ ۲ وَاللّٰهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾
اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ،

شانِ نزول اسباب نزول ان آیات کے چند واقعات ہیں، اوّل یہود اور مسلمانوں میں صلح تھی،
لیکن یہود جب کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کے خیالات پریشان کرنے کے لئے آپس میں سرگوشی

کرنے لگے، وہ مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اس سے منع فرمایا مگر وہ باز نہ آئے، اس پر آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى الخ نازل ہوئی۔

دوم: اسی طرح منافقین بھی باہم سرگوشی کیا کرتے اس پر آیت اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا الخ اور آیۃ اِنَّمَا النَّجْوٰى الخ نازل ہوئی، سوم: یہود آپ کے حضور میں آتے تو براہ شرارت بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے کے اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ کہتے، سام بمعنی موت کے ہیں، چہارم منافقین بھی اسی طرح کہتے ان دونوں واقعوں پر وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ الخ نازل ہوا، اور ابن کثیر نے امام احمد کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہود اس طرح سلام کر کے خفیہ کہتے لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ، یعنی اگر ہم نے یہ گناہ کیا ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا، پنجم ایک بار آپ صفۂ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں مجمع زیادہ تھا، چند صحابہ جو غزوۂ بدر کے شرکا میں سے تھے آئے تو ان کو کہیں جگہ نہ ملی، اور نہ اہل مجلس نے ایسا کیا کہ مل مل کر بیٹھ جاتے جس سے جگہ کھل جاتی، آپ نے جب دیکھا تو بعضے آدمیوں کو مجلس سے اُٹھنے کے لئے فرما دیا، منافقین نے طعن کیا کہ یہ کونسی انصاف کی بات ہے، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے لئے جگہ کھول دے، سو لوگوں نے جگہ کھول دی، اس پر آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا الخ نازل ہوئی، رواہ ابن کثیر عن ابی حاتم، مجموعۂ اجزاء روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول آپ نے جگہ کھول دینے کے لئے فرمایا ہوگا، بعضوں نے تو جگہ کھول دی، جو کافی نہ ہوئی ہوگی، اور بعضوں نے جگہ نہیں کھولی، آپ نے تادیباً جیسے مدارس کے طلبہ میں ہوتا ہے اُن کو اُٹھ جانے کے لئے فرمایا جو کہ منافقین کو ناگوار ہوا۔

ششم: بعض اغنیاء حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی دیر تک آپ سے سرگوشی کیا کرتے اور فقراء کو استفادہ کا وقت کم ملتا، آپ کو ان لوگوں کا دیر تک بیٹھنا اور دیر تک سرگوشی کرنا ناگوار گذرتا اس پر آیت اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ الخ نازل ہوئی، فتح البیان میں زید بن اسلم سے بلا سند نقل کیا ہے کہ یہود و منافقین بلا ضرورت آپ سے سرگوشیاں کرتے، مسلمانوں کو اس خیال سے کہ شاید کسی نقصان دہ بات کی سرگوشی ہو ناگوار گذرتا، اس پر اُن کو منع کیا گیا، جس کا ذکر آیت نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى میں ہے، مگر جب وہ باز نہ آئے تو یہ حکم نازل ہوا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ الخ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل باطل اس سرگوشی سے رُک گئے، کیونکہ حُبِّ مال کی وجہ سے صدقہ اُن کو گوارا نہ تھا۔

ہفتم: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا تو بہت سے آدمی ضروری بات کرنے سے بھی رُک گئے، اس پر آیت ءَاَشْفَقْتُمْ نازل ہوئی، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدقہ دینے کے حکم میں پہلے سے بھی فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا میں ناداروں کو رخصت دیدی گئی تھی، لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نہ تو بالکل نادار ہوتے ہیں اور نہ پورے صاحب ثروت ہوتے ہیں گو صاحب نصاب ہوں، غالباً ایسے لوگوں کو تنگی پیش آئی ہوگی کہ کم وسعتی

کی وجہ سے تو خرچ کرنا شاق ہوا اور اپنی ناداری میں بھی شبہ ہوا، اس لئے نہ صدقہ دے سکے اور نہ اپنے کو محلِ رخصت سمجھا، اور سرگوشی کرنا کوئی عبادت نہ تھی کہ اس کا چھوڑنا ملامت کا سبب ہوسکے، اس لئے اس سے رُک گئے، (الروایات کلہا فی الدر المنثور) ان اسباب نزول سے فہم تفسیر میں اعانت و سہولت ہوگی (از بیان القرآن)

خُلاصۂ تفسیر

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی (مطلب اوروں کو سنانا ہے جو ممنوع کی ہوئی سرگوشی سے باز نہ آتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے (اور اسی میں ان کی تناجی یعنی سرگوشی بھی داخل ہے پس) کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد) سے کم (میں) ہوتی ہے (جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ (میں) ہوتی ہے، (جیسے چھ سات یا زیادہ آدمیوں میں) مگر وہ (ہر حالت میں) اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، (خواہ) وہ لوگ کہیں بھی ہوں، پھر ان (سب) کو قیامت کے روز اُن کے کئے ہوئے کام بتلادے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے (اس آیت کا مضمون بعنوان کلی اگلے مضامین جزئیہ کی تمہید ہے یعنی یہ ایذاء مسلمین کے لئے باطل سرگوشی کرنے والے خدا سے ڈرتے نہیں کہ خدا کو سب خبر ہے اور ان کو سزا دے گا، آگے وہ جزئی مضامین ہیں، یعنی) کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا (مگر) پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے اُن کو منع کر دیا گیا تھا اور گناہ اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی ایسی سرگوشی کرتے ہیں جس میں بوجہ منہی عنہ ہونے کے خود بھی گناہ ہے اور مسلمانوں کو غمگین کرنے کی وجہ سے عدوان یعنی ظلم بھی ہے، اور بوجہ اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما چکے تھے رسول کی نافرمانی بھی ہے جیسا واقعۂ اول اور دوم میں بیان ہوا) اور وہ لوگ (ایسے ہیں کہ) جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا (یعنی اللہ تعالیٰ کے الفاظ تو یہ ہیں سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اور وہ کہتے ہیں اَلسَّامُ عَلَيْكَ) اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہیں تو) اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے اس کہنے پر (جس میں سراسر آپ کی بے ادبی ہے) سزا (فوراً) کیوں نہیں دیتا (جیسا واقعہ سوم و چہارم میں گذرا، آگے ان کے اس فعل کی وعید اور اس قول کا جواب ہے کہ جلدی عذاب بعض حکمتوں کے سبب نہ آنے سے مطلقاً عذاب نہ دینا لازم نہیں آتا) اُن (کی سزا)

کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ (ضرور) داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانا ہے (آگے ایمان والوں کو خطاب ہے جس سے منافقین کے ساتھ مشابہت کرنے سے ان کو بھی ممانعت کی گئی ہے اور منافقین کو بھی سُنانا منظور ہے کہ تم تو مدعی ایمان کے ہو تو مقتضائے ایمان پر عمل کرو پس ارشاد ہے کہ) اے ایمان والو جب تم (کسی ضرورت سے) سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو (تفسیر ان الفاظ کی ابھی گذری ہے) اور (نفع رسانی اور) پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو (بِرّ عدوان کا مقابل ہے، اس سے مراد وہ نفع ہے جو دوسروں تک پہنچے، اور تقویٰ، اثم اور معصیت الرسول یعنی رسول کی نافرمانی کا مقابل ہے) اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے، ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے) ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے (جیسا واقعہ اول میں بیان ہوا) اور (آگے اُن مسلمانوں کی تسلی ہے کہ رنجیدہ نہ ہوا کریں، کیونکہ) وہ (شیطان) بدون خدا کے ارادہ کے ان (مسلمانوں) کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا (مطلب یہ کہ اگر بالفرض وہ شیطان کے بہکانے سے تمہارے خلاف ہی کوئی تدبیر کر رہے ہیں تب بھی وہ ضرر بغیر مشیت الٰہیہ کے تم کو نہیں پہونچ سکتا پھر کیوں فکر میں پڑتے ہو) اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے (آگے واقعہ پنجم کے متعلق حکم ہے، یعنی مجلس میں کچھ لوگ بعد میں آجائیں تو اُن کے لئے جگہ کھولنے کا حکم ہے کہ) اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں یا اولی الامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے) کہ مجلس میں جگہ کھول دو (جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جاوے) تو تم جگہ کھول دیا کرو (اور آنے والے کو جگہ دیدیا کرو) اللہ تعالیٰ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور (جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جاوے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اکرو (خواہ اُٹھنے کے لئے اس غرض سے کہا جاوے کہ آنے والے کے لئے جگہ کھل جاوے اور خواہ اس وجہ سے کہا جاوے کہ صدر مجلس کو اُس وقت کسی مصلحت، مشورۂ خاص یا کسی ضرورت آرام یا عبادت وغیرہ سے تنہائی کی ضرورت ہو جو بغیر تنہائی کے مطلقاً حاصل نہ ہو سکیں یا کامل نہ ہو سکیں، پس صدر مجلس کے کھڑے ہونے کے حکم سے اُٹھ جانا چاہئے، اور یہ حکم غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی عام ہے، کذا فی الروح، پس صاحب مجلس کو ضرورت کے وقت اس کی اجازت ہے کہ کسی شخص کو اُٹھ جانے کے لئے کہہ دے، البتہ آنے والے کو نہ چاہئے کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جاوے، جیسا کہ حدیث میں ہے، (رواہ الشیخان) غرض حکم یہ دیا گیا کہ صدر مجلس کے کہنے سے اُٹھ جایا کرو) اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) اُن لوگوں کے (اور زیادہ) جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کرے گا (یعنی اس حکم کو بجالانے والوں کی تین قسمیں ہیں ایک کفار جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو لفظ منکم کی بناء پر اس وعدہ سے خارج ہیں،

دوسرے اہل ایمان جو صاحب علم نہ ہوں ان کے لئے محض رفع درجات ہے، تیسرے وہ اہل ایمان جو اہل علم بھی ہوں، چونکہ بوجہ علم و معرفت ان کے عمل کا منشا زیادہ خشیت و زیادہ خلوص ہے، جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے ان کے لئے مزید رفع درجات ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (کہ کس کا عمل ایمان کے ساتھ ہے اور کس کا بغیر ایمان کے، پھر اس میں کس کے عمل میں کم خلوص ہے اور کس کے عمل میں زیادہ خلوص ہے، اس لئے ہر ایک کی جزاء و ثمرہ میں تفاوت رکھا، آگے واقعہ ششم کے متعلق حکم ہے جو واقعہ اول و دوم سے مربوط ہے یعنی) اے ایمان والو جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات (مساکین کو) دیدیا کرو (جس کی مقدار آیت میں منصوص نہیں، اور روایات حدیث میں مختلف مقداریں آئی ہیں، ظاہراً مقدار غیر معین معلوم ہوتی ہے، لیکن معتد بہ ہونا ضروری ہے) یہ تمہارے لئے (ثواب حاصل کرنے کے واسطے) بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے (کیونکہ طاعت سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، یہ مصلحت مالدار مؤمنین کے اعتبار سے ہے، اور فقراء مؤمنین کے اعتبار سے یہ ہے کہ ان کو نفع مالی پہنچے گا، جیسے لفظ صدقہ سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صدقہ کے مصارف فقراء ہی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے یہ ہے کہ اس میں آپؐ کی شان کی بلندی ہے، اور منافقین کی سرگوشی سے آپ کو جو تکلیف ہوتی تھی اس سے نجات اور آرام ہے، کیونکہ ان کو ضرورت تو تناجی یعنی سرگوشی کی تھی نہیں، اور بے ضرورت محض اس لئے مال خرچ کرنا ان کو ازحد شاق تھا، اور غالباً اس صدقہ میں حکم یہ ہوگا کہ سب کے سامنے صدقہ کریں تاکہ نہ کرنے والا دھوکہ نہ دے سکے، آگے فرماتے ہیں کہ یہ حکم تو مقدور کی حالت میں ہے) پھر اگر تم کو (صدقہ دینے کا) مقدور نہ ہو (اور ضرورت پڑے سرگوشی کی) تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (اس صورت میں اس نے تم کو معاف کر دیا ہے، اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صدقہ کا واجب تھا، مگر ناداری کی صورت مستثنیٰ تھی، آگے واقعہ ہفتم کے متعلق جو کہ واقعہ ششم سے مربوط ہے ارشاد ہے کہ) کیا تم (یعنی تم میں کے بعض جن کا بیان واقعہ ہفتم کے ذیل میں ہوا ہے) اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (خیر) جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی (کہ بالکل اس کو منسوخ کر کے معاف فرما دیا جس کی حکمت ظاہر ہے کہ جس مصلحت کے واسطے یہ حکم واجب ہوا تھا وہ مصلحت حاصل ہوگئی کیونکہ مصلحت سدّ باب تھی جو بعد نسخ بھی باقی رہی کہ لوگ احتیاط کرنے لگے، غرض ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا) تو تم (دوسری عبادت کے پابند رہو یعنی) نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ و رسولؐ کا کہنا مانا کرو (مطلب یہ ہے کہ اس کے نسخ کے بعد تمہارے قرب و قبولِ نجات کے لئے احکام باقیہ پر استقامت و ہمیشگی ہی کافی ہے) اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی (اور ان کی حالت ظاہری و باطنی کی) پوری خبر ہے

معارف ومسائل

آیات مذکورہ اگرچہ خاص واقعات کی بناء پر نازل ہوئی ہیں جن کا ذکر اوپر شانِ نزول میں آچکا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ سبب نزول کچھ بھی ہو ہدایات قرآنی عام ہوتی ہیں، ان میں عقائد وعبادات اور معاملات و معاشرت کے متعلق تمام احکام ہوتے ہیں، ان آیات میں بھی باہمی سرگوشی اور مشورے کے متعلق چند ایسی ہی ہدایات ہیں۔

خفیہ مشوروں کے متعلق ایک ہدایت

خفیہ مشورہ عموماً مخصوص رازدار دوستوں میں ہوتا ہے، جن پر یہ اطمینان کیا جاتا ہے کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کریں گے، اس لئے ایسے موقع پر ایسے منصوبے بھی بنائے جاتے جن میں کسی پر ظلم کرنا ہے، کسی کو قتل کرنا ہے، کسی کی املاک پر قبضہ کرلینا ہے، وغیرذٰلک، حق تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ساری کائنات پر حاوی ہے تم کہیں کیسا ہی چھپ کر مشورہ کرو اللہ تعالیٰ اپنے علم اور سمع وبصر کے اعتبار سے تمہارے پاس موجود ہوتا ہے، اور تمہاری ہر بات کو دیکھتا سنتا اور جانتا ہے، اگر اس میں کوئی گناہ کروگے تو سزا سے نہ بچوگے، اس میں بتلانا تو یہ ہے کہ تم کتنے ہی کم یا زیادہ آدمی مشورہ اور سرگوشی میں شریک ہو حق تعالیٰ ان میں موجود ہوتا ہے، مثال کے طور پر دو عدد بتلادیئے گئے، تین اور پانچ، یعنی اگر تم تین آدمی مشورہ کر رہے ہو تو سمجھو کہ چوتھا اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہے، اور پانچ آدمی مشورہ کر رہے ہو تو سمجھو کہ چھٹا حق تعالیٰ موجود ہے، تین اور پانچ کے عدد کی تخصیص میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جماعت کے لئے اللہ کے نزدیک طاق عدد پسند ہے، مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ الآیۃ کا یہی حاصل ہے۔

سرگوشی اور مشورے کے متعلق ایک ہدایت،

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ، واقعہ شانِ نزول میں بتلایا گیا ہے کہ جس زمانے میں یہود سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدۂ صلح ہوگیا تھا اس وقت وہ کھل کر تو مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہ کرسکتے تھے، مگر اسلام اور مسلمانوں سے دل میں بھرا ہوا بُغض نکالنے کا ایک طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب صحابہ کرام میں سے کسی کو اپنے قریب آتے دیکھتے تو باہم سرگوشی اور خفیہ مشورہ کی شکل بنالیتے، اور آنے والے مسلمانوں کی طرف کچھ اشارے کرتے جس سے ان کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں اور اس سے پریشانی اور رنج ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایسی سرگوشی سے منع فرمایا، نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ میں اسی ممانعت کا بیان ہے۔

اس ممانعت سے یہ حکم مسلمانوں کے لئے بھی نکل آیا کہ وہ بھی آپس میں کوئی سرگوشی اور مشورہ اس طرح نہ کریں جس سے دوسرے کسی مسلمان کو ایذاء پہونچے۔

بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ اِذَا كُنتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَىٰ رَجُلَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّىٰ يَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ فَإِنَّ ذَٰلِكَ يُحْزِنُهُ، یعنی جس جگہ تم تین آدمی جمع ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی اور خفیہ باتیں نہ کیا کرو جب تک دوسرے آدمی نہ آجائیں، کیونکہ اس سے اس کی دلشکنی ہوگی "(غیریت اور اجنبیت کا احساس ہوگا اور ممکن ہے کہ ایسے شبہات پیدا ہوجائیں کہ شاید یہ دونوں کوئی بات میرے خلاف کر رہے ہیں جو مجھ سے چھپاتے ہیں) (از مظہری)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، سابقہ آیات میں کفار کو ناجائز سرگوشی پر تنبیہ کی گئی تھی، اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت ہے، کہ اپنی سرگوشیوں اور مشوروں میں اس کا دھیان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سب حالات اور گفتگو کا علم ہے اور اس استحضار کے ساتھ یہ کوشش کریں کہ اُن کے مشورے اور سرگوشی میں کوئی بات فی نفسہٖ گناہ کی یا دوسروں پر ظلم کرنے کی یا کسی خلاف شرع کام کی نہ ہو، بلکہ جب بھی آپس میں مشورہ کرو نیک کاموں کے لئے کرو۔

کفار کی شرارت پر بھی نرمی اور شریفانہ مدافعت کی ہدایت

سابقہ آیات کے ضمن میں یہودیوں اور منافقوں کی ایک شرارت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ کہتے تھے، سام کے معنی موت کے ہیں، اور لفظوں میں زیادہ فرق نہ ہونے کے سبب مسلمانوں کو اس طرف التفات نہ ہوتا تھا، ایک روز ایسا ہی ہوا، صدیقہ عائشہؓ بھی سُن رہی تھیں جب انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ کہا تو صدیقہ عائشہؓ نے جواب دیا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ یعنی ہلاکت تم پر ہو اور خدا کی لعنت وغضب" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہؓ کو ایسا کہنے سے روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فحش کلام کو پسند نہیں فرماتے، آپ کو سختی و درشتی سے بچنا اور نرمی اختیار کرنا چاہئے، صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں سُنا کہ ان لوگوں نے آپ کو کیا کہا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ ہاں سُن بھی لیا اور اس کا معتدل بدلہ بھی لے لیا کہ میں نے جواب میں کہہ دیا عَلَيْكُمْ یعنی ہلاکت تم پر ہو" اور یہ ظاہر ہے کہ اُن کی دعاء قبول ہوگی نہیں، میری دعاء قبول ہوگی، اس لئے اُن کی شرارت کا بدلہ ہوگیا (رواہ البخاری از مظہری)

بعض آدابِ مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا الآیۃ، یہ حکم عام مجالس کا ہے جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو کہ جب مجلس میں کچھ لوگ بعد میں آجائیں تو مسلمان اُن کیلئے جگہ دینے کی کوشش کریں اور سمٹ کر بیٹھ جائیں، ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اُن کیلئے اللہ تعالیٰ وسعت پیدا فرمادیں گے، یہ وسعت آخرت میں تو ظاہر ہی ہے، کچھ بعید نہیں کہ دنیوی معیشت میں بھی یہ وسعت حاصل ہو۔

اس آیت میں دوسرا حکم آداب مجلس کے متعلق یہ ہے کہ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا، یعنی جب (تم میں سے کسی سے) کہا جائے کہ مجلس سے اُٹھ جاؤ تو اُسے اُٹھ جانا چاہئے، اس آیت میں لفظ قِیْلَ مجہول استعمال فرمایا ہے، اس کا ذکر نہیں کہ یہ کہنے والا کون ہو، مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنے والے شخص کو اپنے لئے جگہ کرنے کے واسطے کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھانا جائز نہیں۔

صحیحین اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِہٖ فَیَجْلِسُ فِیْہِ وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا، یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کر کے آنے والے کو جگہ دیدیا کرو (ابن کثیر)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھ جانے کے لئے کہنا آنے والے شخص کے لئے تو جائز نہیں اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اس کا کہنے والا امیر مجلس یا مجلس کا انتظام کرنے والے افراد ہو سکتے ہیں، تو مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اگر میر مجلس یا اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھ جانے کیلئے کہیں تو ادب مجلس یہ ہے کہ اُن سے مزاحمت نہ کرے، اپنی جگہ سے اُٹھ جائے، کیونکہ بعض اوقات خود صاحب مجلس کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتا ہے، یا کچھ مخصوص لوگوں سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا ہے، یا بعد میں آنے والے حضرات کے لئے اس کے سوا کوئی انتظام نہیں پاتا کہ بعض بے تکلف لوگوں کو مجلس سے اُٹھا دے جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کا کوئی نقصان مجلس سے اُٹھنے میں نہیں ہوگا، یہ دوسرے وقت میں استفادہ کر سکیں گے۔

البتہ صاحب مجلس یا منتظمین مجلس کے لئے یہ لازم ہے کہ طریقہ ایسا اختیار کریں کہ اُٹھنے والا اپنی خفت محسوس نہ کرے، اس کو ایذا نہ پہونچے۔

اور جس واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صُفّہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، یہ جگہ حاضرین سے پُر ہو چکی تھی، بعد میں بعض اکابرِ صحابہ جو شرکاء بدر ہونے کے سبب قابل احترام زیادہ تھے وہ پہونچے، اور جگہ نہ ہونے کے سبب کھڑے رہے، اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو عام حکم یہ دیا کہ ذرا کھسک کر مجلس میں کشادگی پیدا کرو اور اُن کو جگہ دیدو، اور بعض حضرات صحابہ کو اُٹھ جانے کے لئے بھی فرمایا، جن کو مجلس سے اٹھایا ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ہر وقت کے حاضر باش لوگ ہوں جن کے اس وقت کی مجلس سے اُٹھ جانے میں کوئی بڑا نقصان نہیں تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے جب مجلس میں وسعت کرنے اور سمٹ کر بیٹھنے کا حکم دیا تو کچھ لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اُن کو تادیبا مجلس سے اُٹھ جانے کا حکم دیا ہو۔

بہرحال اس آیت اور احادیث واردہ سے آداب مجلس کے متعلق ایک تو یہ بات معلوم ہوئی

کہ اہلِ مجلس کو چاہئے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں، اور دوسری بات آنے والوں کے لئے یہ ثابت ہوئی کہ وہ کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیں، تیسری بات صاحبِ مجلس کے لئے یہ ثابت ہوئی کہ وہ ضرورت سمجھے تو بعض لوگوں کو مجلس سے اُٹھا دینے کی بھی اس کو گنجائش ہے، اور بعض دوسری روایاتِ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والوں کے لئے ادب یہ ہے کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں میں گھسنے کے بجائے کسی کنارے پر بیٹھ جائے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں تین آنے والے شخصوں کا ذکر ہے ان میں ایک وہ بھی ہے جو مجلس میں جگہ نہ پانے کی وجہ سے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پھر تعریف وثناء فرمائی۔

مسئلہ: مجلس کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان بغیر ان کی اجازت کے داخل نہ ہو، کہ بعض اوقات دونوں کے یک جا بیٹھنے میں اُن کی کوئی خاص مصلحت ہوتی ہے حضرت اُسامہ بن زید لیثیؓ کی روایت ابوداؤد و ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا "یعنی کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ دو شخص جو ملے بیٹھے ہیں ان کے درمیان تفریق پیدا کرے جب تک کہ ان سے ہی اجازت نہ لے (ابن کثیر)

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ الاٰیۃ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و اصلاحِ خلق کے کام میں تو شب و روز مشغول رہتے ہی تھے، مجالسِ عامّہ میں سب حاضرین مجلس آپ کے ارشادات سے فائدہ اٹھاتے تھے، اس سلسلے میں ایک صورت یہ بھی تھی کہ بعض لوگ آپ سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے اور آپ وقت دیدیتے تھے، یہ ظاہر ہے کہ ایک ایک شخص کو الگ وقت دینا بڑا وقت بھی چاہتا ہے اور محنت بھی، اس میں کچھ منافقین کی شرارت بھی شامل ہو گئی کہ مخلص مسلمانوں کو ایذاء پہونچانے کے لئے آپ سے علیحدگی اور سرگوشی کا وقت مانگتے اور اس میں مجلس کو طویل کر دیتے تھے، بعض ناواقف مسلمان بھی بات لمبی کر کے مجلس طویل کر دیتے تھے، حق تعالیٰ نے آپ سے یہ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ابتداءً یہ حکم نازل فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہے وہ پہلے کچھ صدقہ کر دے، اس صدقہ کی کوئی مقدار قرآن میں منقول نہیں، مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اس پر عمل فرمایا، اور ایک دینار صدقہ کر کے آپؐ سے علیحدگی میں بات کرنے کا وقت لیا۔

اس آیت پر صرف حضرت علیؓ نے عمل کیا تھا پھر منسوخ ہوگئی اور کسی کو عمل کی نوبت نہیں آئی،

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس حکم سے چونکہ بہت سے صحابۂ کرام کو تنگی پیش آئی اس لئے بہت جلد ہی منسوخ کر دیا گیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں ایک آیت ایسی ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا، نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا، اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا، پہلے نہ کرنا

تو ظاہر ہے بعد میں ذکر نا اس لئے کہ منسوخ ہو گئی وہ آیت یہی تقدیم صدقہ کی ہو (ابن کثیر)

یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا مگر جس مصلحت کے لئے جاری کیا گیا تھا وہ اس طرح حاصل ہو گئی کہ مسلمان تو اپنی دلی محبت کے تقاضہ سے ایسی مجلس طویل کرنے سے بچ گئے اور منافقین اس لئے کہ عام مسلمانوں کے طرز کے خلاف ہم نے ایسا کیا تو ہم پہچان لئے جاویں گے اور نفاق کھل جاوے گا، واللہ اعلم

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ

کیا تو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جو دوست ہوئے ہیں اس قوم کے جن پر غصہ ہوا ہے اللہ، نہ وہ تم میں ہیں

وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ

اور نہ اُن میں ہیں، اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر اور ان کو خبر ہے، تیار رکھا ہے اللہ نے اُن کیلئے

عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ

سخت عذاب بیشک وہ بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو

جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٦﴾ لَّن تُغْنِيَ

ڈھال پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے تو ان کو ذلت کا عذاب ہے، کام نہ آئیں گے

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

ان کو اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی، وہ لوگ ہیں دوزخ

النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ

کے وہ اسی میں پڑے رہیں گے، جس دن جمع کرے گا اللہ ان سب کو پھر قسمیں کھائیں گے اُس کے

كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

آگے جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے، اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں، سنتا ہے وہی ہیں اصل

الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ

جھوٹے، قابو کرلیا ہے اُن پر شیطان نے پھر بھلا دی اُن کو اللہ کی یاد،

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾

وہ لوگ ہیں گروہ شیطان کا، سنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں،

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾

جو لوگ خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسول کا وہ لوگ ہیں سب سے بے قدر لوگوں میں،

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَّا تَجِدُ

اللہ لکھ چکا کہ میں غالب ہوں گا اور میرے رسول بیشک اللہ زور آور ہے زبردست، تو نہ پائے گا کسی

قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے

وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ

رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے، اُن کے دلوں میں

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ

اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور اُن کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کریگا اُن کو

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں اُن میں اللہ ان سے راضی اور

وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ

وہ اس سے راضی وہ لوگ ہیں گروہ اللہ کا سنتا ہے جو گروہ ہے اللہ کا وہی

الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

مراد کو پہونچے،

ع ۳

خلاصۂ تفسیر

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے (پہلے لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور دوسرے لوگوں سے مراد یہود و جمیع کفار مجاہرین، اور منافقین چونکہ یہودی تھے اس لئے اُن کی دوستی یہود سے اور اسی طرح اور کفار سے بھی مشہور اور معلوم ہے یہ (منافق) لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ (پورے پورے) اُن ہی میں ہیں (بلکہ ظاہر میں تو تم سے ملے ہوئے ہیں، اور باطناً و عقیدۃً کفار کے ساتھ ہیں) اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں (وہ جھوٹی بات یہی ہے کہ ہم

مسلمانوں میں شامل ہیں کقولہ تعالیٰ وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنَّھُمْ لَمِنْکُمْ وَمَا ھُمْ مِّنْکُمْ) اور وہ (خود بھی) جانتے ہیں (کہ ہم جھوٹے ہیں، آگے اُن کے لئے وعید ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے (کیونکہ) بیشک وہ بُرے بُرے کام کیا کرتے تھے (چنانچہ کفر و نفاق سے بدتر کونسا کام ہوگا، اور انہی بُرے کاموں میں سے ایک بڑا کام یہ ہے کہ) انھوں نے اپنی (ان جھوٹی) قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) ڈھال بنا رکھا ہے (تاکہ مسلمان ہم کو مسلمان سمجھ کر ہماری جان و مال سے تعرض نہ کریں) پھر (اور دل کو بھی) خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے رہتے ہیں (یعنی بہکاتے رہتے ہیں) سو (اس وجہ سے) اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے (یعنی وہ عذاب جیسا شدید ہوگا ایسا ہی ذلیل کرنے والا بھی ہوگا، اور جب وہ عذاب ہونے لگے گا تو) اُن کے اموال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے اُن کو ذرا نہ بچا سکیں گے (اور) یہ لوگ دوزخی ہیں (اس میں تعیین فرما دی اُس عذاب شدید و مہین کی کہ وہ دوزخ ہے اور) وہ لوگ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (آگے وقت عذاب کا بتلاتے ہیں کہ وہ عذاب اُس روز ہوگا) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (مع دیگر مخلوقات کے) دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے روبرو بھی (جھوٹی) قسمیں کھا جاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں (جیسا مشرکین کی جھوٹی قسم قیامت کے دن اس آیت میں مذکور ہے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ) اور یوں خیال کریں گے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں (کہ اس جھوٹی قسم کی بدولت بچ جاویں گے) خوب سُن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں (کہ خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہ چوکے اور ان کی جو حرکات اوپر مذکور ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ) اُن پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے (کہ اس کے کہنے پر عمل کر رہے ہیں) سو اُس نے اُن کو خدا کی یاد بھلا دی (یعنی اس کے احکام کو چھوڑ بیٹھے واقعی) یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے، خوب سُن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے (آخرت میں تو ضرور اور گاہے دنیا میں بھی، اور ان کی یہ حالت کیوں نہ ہو کہ یہ اللہ اور رسول کے مخالف ہیں، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ (اللہ کے نزدیک) سخت ذلیل لوگوں میں ہیں (جب اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں تو آثار مذکورہ کا ترتب کیا مستبعد ہے، اور جس طرح خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت تجویز فرما رکھی ہے اسی طرح مطیعین کے لئے عزت، کیونکہ وہ لوگ اللہ اور رسولوں کے متبع ہیں اور) اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے (جو کہ حقیقت ہے عزت کی، مقصود یہاں غلبہ بیان کرنا ہے انبیاء کا، اپنا ذکر تشریف انبیاء کے لئے فرما دیا ہے جب رُسل ذی عزت ہیں تو ان کے متبعین بھی، اور یہی غلبہ کے سورۂ مائدہ کی آیت اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور سورۂ مومن کی آیت لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ کے ذیل میں گذر چکے ہیں) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے (اس لئے وہ جس کو چاہے غالب کر دے، آگے دوستیِ کفار میں منافقین کے حال کے خلاف اہل ایمان کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے

ہیں آپ اُن کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (کے قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے، یعنی مقتضائے ہدایت پر ظاہراً عملاً و باطناً سکون قلب وَھُوَ الْمَذْکُوْرُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ، چونکہ یہ نور سبب ہے زیادتِ حیات معنویہ کا اس لئے اس کو رُوح سے تعبیر فرمایا، یہ دولت تو ان کو دنیا میں ملی، کقولہ تعالیٰ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ) اور (آخرت میں اُن کو یہ نعمت ملے گی کہ) اُن کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے (کقولہ تعالیٰ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، بعد قولہ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ)

معارف و مسائل

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ، ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان لوگوں کی بدحالی اور انجام کار عذاب شدید کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے دشمنوں کافروں سے دوستی رکھیں، کفار خواہ مشرکین ہوں یا یہود و نصاریٰ یا دوسرے اقسام کے کفار کسی مسلمان کے لئے دلی دوستی کسی سے جائز نہیں، اور وہ عقلاً ہو بھی نہیں سکتی، کیونکہ مومن کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور کفار اللہ تعالیٰ کے مخالف اور دشمن ہیں، اور جس شخص کے دل میں کسی شخص کی سچی محبت اور دوستی ہو اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کے دشمن سے بھی محبت اور دوستی رکھے، اسی لئے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں موالاتِ کفار کی شدید حرمت و ممانعت کے احکام آئے ہیں، اور جو مسلمان کسی کافر سے دلی دوستی رکھے تو اس کو کفار ہی کے زمرہ میں شامل سمجھے جانے کی وعید آئی ہے، لیکن یہ سب احکام دلی اور قلبی دوستی کے متعلق ہیں۔

کفار کے ساتھ حُسنِ سلوک، ہمدردی، خیر خواہی، اُن پر احسان، حُسنِ اخلاق سے پیش آنا یا تجارتی اور اقتصادی معاملات اُن سے کرنا، دوستی کے مفہوم میں داخل نہیں، یہ سب امور کفار کے ساتھ بھی جائز ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا کھلا ہوا تعامل اس پر شاہد ہے، البتہ ان سب چیزوں میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ایسے معاملات رکھنا اپنے دین کے لئے مضر نہ ہو اپنے ایمان اور عمل میں سستی پیدا نہ کرے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی مضر نہ ہو۔

اس مسئلہ میں موالات اور مواسات اور معاملات کے فرق کی پوری تفصیل سورۂ آلِ عمران آیت لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ کے تحت معارف القرآن جلد دوم صفحہ ۴۴ تا ۴۹ میں

گذر چکی ہے وہاں مطالعہ کرلیا جائے۔

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ ، بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن اُبَیّ اور عبداللہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف رکھتے تھے تو فرمایا کہ اب تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جس کا قلب جبّار ہے اور جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اس کے بعد ہی عبداللہ بن نبتل منافق داخل ہوا جو نیلگوں چشم گندم گوں، پست قد خفیف اللحیہ تھا، آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ اس نے حلف کر کے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، پھر اپنے ساتھیوں کو بھی بُلالیا انھوں نے بھی یہ جھوٹا حلف کرلیا، حق تعالیٰ نے اس آیت میں اُن کے جھوٹ کی خبر دیدی (قرطبی)

مسلمان کی دلی دوستی کسی کافر سے نہیں ہوسکتی

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ ، الاٰیۃ، پہلی آیات میں کفار و مشرکین سے دوستی کرنے والوں پر غضب الٰہی اور عذاب شدید کا ذکر تھا، اس آیت میں مؤمنین مخلصین کا حال اُن کے مقابل بیان فرمایا کہ وہ کسی ایسے شخص سے دوستی اور دلی تعلق نہیں رکھتے جو اللہ کا مخالف یعنی کافر ہے، اگرچہ وہ ان کا باپ یا اولاد یا بھائی یا اور قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

صحابۂ کرام سبھی کا حال یہ تھا، اس جگہ مفسرین نے بہت سے صحابۂ کرام کے واقعات ایسے بیان کئے ہیں جن میں باپ بیٹے، بھائی وغیرہ سے جب کوئی بات اسلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سُنی تو سارے تعلقات کو بھلا کر ان کو سزا دی بعض کو قتل کیا۔

عبداللہ بن اُبَیّ منافق کے بیٹے عبداللہؓ کے سامنے اس کے منافق باپ نے حضورؐ کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے باپ کو قتل کردوں، آپؐ نے منع فرمادیا، حضرت ابوبکرؓ کے سامنے اُن کے باپ ابو قحافہ نے حضورؐ کی شان میں کچھ کلمہ گستاخانہ کہہ دیا تو اَرحم اُمّت صدیق اکبرؓ کو اتنا غصہ آیا کہ زور سے طمانچہ رسید کیا جس سے ابو قحافہ گر پڑے، آپؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، حضرت ابو عبیدؓ بن جراح کے والد جراح غزوۂ اُحد میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آئے تو میدانِ جہاد میں وہ بار بار حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے آتے وہ ان کے درپے تھے، یہ سامنے سے ٹل جاتے، جب انھوں نے مسلسل یہ صورت اختیار کی تو ابو عبیدہؓ نے اُن کو قتل کردیا، یہ اور ان کے امثال بہت سے واقعات صحابۂ کرام کے پیش آئے، ان پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں (قرطبی)

مسئلہ: بہت سے حضرات فقہاء نے یہی حکم فسّاق و فجار اور دین سے عملاً منحرف مسلمانوں کا قرار دیا ہے کہ اُن کے ساتھ دلی دوستی کسی مسلمان کی نہیں ہوسکتی، کام کاج کی ضرورتوں میں اشتراک

۲۳

یا مصاحبت بقدر ضرورت الگ چیز ہے، دل میں دوستی کسی فاسق و فاجر کی اسی وقت ہوگی جبکہ فسق و فجور کے جراثیم خود اس کے اندر موجود ہوں گے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَيَّ يَدًا ، یعنی یا اللہ مجھ پر کسی فاجر آدمی کا احسان نہ آنے دیجئے، کیونکہ شریف النفس انسان اپنے محسن کی محبت پر طبعاً مجبور ہوتا ہے اس لئے فسّاق و فجّار کا احسان قبول کرنا جو ذریعہ ان کی محبت کا بنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی پناہ مانگی (قرطبی)

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ، یہاں رُوح کی تفسیر بعض حضرات نے نور سے کی ہے جو منجانب اللہ مؤمن کو ملتا ہے اور وہی اس کے عملِ صالح کا اور قلب کے سکون و اطمینان کا ذریعہ ہوتا ہے، اور یہ سکون و اطمینان ہی بڑی قوت ہے، اور بعض حضرات نے رُوح کی تفسیر قرآن اور دلائلِ قرآن سے کی ہے وہی مؤمن کی اصل طاقت و قوت ہے، (قرطبی) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تمّت

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ بِحَمْدِهٖ وَعَوْنِهٖ لِغُرَّةِ
جُمَادَى الْاُوْلٰى ۱۳۹۱ھ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَيَتْلُوْهُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى
تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْحَشْرِ